کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

1۔ تحریرا طلاق کی شرعی کیا حیثیت ہے؟

2۔ ایک سادہ کاغذ پر یہ کسی کو اس طرح طلاق کی قسم دی جائے کہ "اگر میں نے فلاں کام کیا ہے تو مجھ پر میری بیوی تین شرطوں طلاق" اور اس شخص سے وہ کام صادر ہو چکا ہو لیکن اس پر دستخط کرتے ہوئے اس کی نیت طلاق کی نہ ہو محض طلاق کی قسم دینے والوں سے بچنے کی نیت ہو، ان سے مجبور ہو یا ملازمت بچانے کی نیت ہو تو کیا اس طرح سے اس پر دستخط کرنے والے شخص کی بیوی پر طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

محمد طیب: 03068165381

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

1۔ **تحریرا طلاق دینے یا دستخط کرنے کی شرعی حیثیت**

فقہاء کرام نے تحریر طلاق کی چند صورتیں ذکر فرمائی ہیں (۱) مستبین (۲) غیر مستبین

مستبین: اس تحریر کو کہا جاتا ہے جس کا اثر باقی ہو کسی صفحہ، دیوار، زمین وغیرہ پر اور اس کا پڑھنا اور سمجھنا ممکن ہو۔

غیر مستبین: وہ تحریر ہے جسے ہوا میں یا پانی پر لکھی جائے جس کا پڑھنا او سمجھنا ممکن نہ ہو۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ بغیر نیت کے اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

پھر طلاق مستبین کی دو قسمیں ہیں (1) مرسومۃ (2) غیر مرسومۃ۔

مرسوم: وہ تحریری طلاق ہے جو کسی صفحے وغیرہ پر باعنوان کسی خط کی طرح نام وغیرہ سے شروع میں لا کر لکھی جائے مثلاً "یہ فلاں بن فلاں کا خط ہے فلانۃ کیلئے، امابعد پس تجھے طلاق ہے"۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ بغیر نیت کے بھی اس سے طلاق واقع ہوتی ہے۔

غیر مرسومہ: وہ تحریری طلاق جو مذکورہ بالا کیفیت کی نہ ہو اس میں عنوان اور شروع میں خط و کتابت کی ترتیب وغیرہ بھی نہ ہو تو وہ طلاق غیر مرسومہ ہے، مثلاً یوں لکھتا ہے: "میری بیوی کو طلاق" یا "میری بیوی فلانۃ کو طلاق" اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق واقع ہو گی ورنہ نہیں ہو گی۔

ہمارے عرف میں مرسومہ طلاق، طلاق نامے کو کہا جاسکتا ہے کیونکہ آج کل طلاق ناموں کے اوپر عنوان بھی ہوتا ہے اور تمام تفصیلات شروع میں درج ہوتی ہیں اور پھر طلاق اور وجہ طلاق کا بھی ذکر ہوتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص طلاق نامہ لکھتا ہے اس پر طلاق نامہ کا عنوان ہو اور بیوی کا نام اور طلاق دینے کا ذکر کرتا ہے تو یہ طلاق مرسومہ ہو گی۔ اب چاہے نیت ہو یا نہ ہو طلاق واقع ہو جائے گی اور غیر مرسومہ ہمارے ہاں یہ ہے کہ کسی بھی کاغذ پر میری بیوی کو طلاق

جاری ہے

دار الافتاء ... ۸۶/۲/۳۰

ہے وغیرہ الفاظ لکھ دیتا ہے اس پر طلاق نامے کا عنوان اور خط کی صورت میں ابتداء وغیرہ نہیں ہوتی تو اس غیر مرسومہ صورت میں اگر نیت کرے گا تو طلاق ہو گی ورنہ نہیں ہو گی۔

وفی الفقہ الاسلامی وادلتہ (۹/۶۹۰۲):

الطلاق بالكتابة إلى الغائب :اتفق الفقهاء على وقوع الطلاق بالكتابة على التفصيل التالي:عبارة الحنفية:الكتابة إما مستبينة أو غير مستبينة، والكتابة المستبينة: هي الكتابة الظاهرة التي يبقى لها أثر كالكتابة على الورق والحائط والأرض. والكتابة غير المستبينة: هي التي لا يبقى لها أثر، كالكتابة على الهواء أو على الماء،وكل شيء لا يمكن فهمه وقراءته، وحكمها: أنه لا يقع بها طلاق وإن نوى، -أما الكتابة المستبينة فهي نوعان: كتابة مرسومة: وهي التي تكتب مصدَّرة ومعنونة باسم الزوجة وتوجه إليها كالرسائل المعهودة، كأن يكتب الرجل إلى زوجته قائلاً: إلى زوجتي فلانة، أما بعد فأنت طالق، وحكمها: حكم الصريح إذا كان اللفظ صريحاً، فيقع الطلاق ولو من غير نية-وأما الكتابة غير المرسومة: فهي التي لا تكتب إلى عنوان الزوجة أو باسمها ولا توجه إليها كالرسائل المعروفة، كأن يكتب الرجل في ورقة"زوجتي فلانة طالق" وحكمها حكم الكناية ولو كان اللفظ صريحاً، لا يقع بها الطلاق إلا بالنية-

لمافی الشامیۃ (۳/۲۴۶):

مطلب في الطلاق بالكتابة قوله (كتب الطلاق الخ) قال في الهندية الكتابة على نوعين مرسومة وغير مرسومة ونعني بالمرسومة أن يكون مصدرا ومعنونا مثل ما يكتب إلى الغائب وغير المرسومة أن لا يكون مصدرا ومعنونا وهو على وجهين مستبينة وغير مستبينة فالمستبينة ما يكتب على الصحيفة والحائط والأرض على وجه يمكن فهمه وقراءته وغير المستبينة ما يكتب على الهواء والماء وشيء لا يمكن فهمه وقراءته ففي غير المستبينة لا يقع الطلاق وإن نوى وإن كانت مستبينة لكنها غير مرسومة إن نوى الطلاق يقع وإلا لا وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو -

2- تاہم صورت مسؤلہ میں شخص مذکور نے اگر واقعۃً مجبور ہو کر بلانیت طلاق، طلاق نامے پر دستخط کیا ہے اور زبان سے تلفظ ادا نہیں کئے ہیں تو اس کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ تحریر لفظوں کی قائم مقام ہوتی ہے اور فقہاء کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ جہاں لفظوں میں طلاق دی جا سکتی ہو وہاں تحریر اطلاق لکھنے کی کوئی حاجت نہیں ہوتی ہے اس لیے زبان سے طلاق کے الفاظ کہے بغیر بلانیت طلاق، طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق واقع نہ ہو گی۔

النهر الفائق شرح كنز الدقائق (2/ 317)

ولو أكره على كتابته فكتب فلانة بنت فلان طالق لم يقع علله في (الخانية) بأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا.

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (3/ 236)

الْكِتَابَةُ أُقِيمَتْ مَقَامَ الْعِبَارَةِ بِاعْتِبَارِ الْحَاجَةِ وَلَا حَاجَةَ هُنَا، كَذَا فِي الْخَانِيَّةِ.

جاری ہے

البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطوري (3/ 264)

الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا كذا في الخانية۔فقط

الجواب صحیح

فیض الباری عفی اللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ منہاج العلوم سنہری مسجد مانسہرہ

۹ رمضان ۱۴۳۹ھ

25 مئی 2018ء

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

جلال الدین عفی اللہ عنہ

کتبہ : جلال الدین

دارالافتاء جامعہ منہاج العلوم سنہری مسجد مانسہرہ

۹ رمضان ۱۴۳۹ھ

25 مئی 2018ء

0997382392/03335602069

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداًومصلیًا

ہمارے نزدیک دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے:

تحریری طور پر طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہٰذا سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق چونکہ مذکورہ شخص نے محض دباؤ میں آکر یا ملازمت بچانے کی غرض سے طلاق کی تحریر پر دستخط کئے تھے، اس لئے صورتِ مسئولہ میں شرعاً اکراہ نہیں پایا گیا اور چونکہ مذکورہ شخص سے وہ کام بھی صادر ہو چکا ہے، اس لئے اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) - (٣ / ٢٤٨)

ولا يلزم كون الإضافة صريحة في كلامه؛ لما في البحر لو قال: طالق فقيل له من عنيت؟ فقال امرأتي طلقت امرأته. اهـ.

الفتاوى الهندية - (٥ / ٣٥)

(وأما) (أنواعه) فالإكراه في أصله على نوعين إما إن كان ملجئا أو غير ملجئ فالإكراه الملجئ هو الإكراه بوعيد تلف النفس أو بوعيد تلف عضو من الأعضاء والإكراه الذي هو غير ملجئ هو الإكراه بالحبس والتقييد.............واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم.

محمد اویس

محمد اویس سیالکوٹی عفی عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲۴/ربیع الاوّل/۱۴۴۰ھ

03/دسمبر/2018ش

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفراللہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲۴/ربیع الاوّل/۱۴۴۰ھ

03/دسمبر/2018ش

الجواب صحیح

شاہ محمد تفضل علی

۲۶/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح

۲۴/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح

محمد یعقوب عفا اللہ عنہ

۲۵/۳/۱۴۴۰ھ

دار الافتاء

فتویٰ نمبر ۲۰۳۳/۸۲

۲۶/۳/۱۴۴۰

۲۰۱۸/۱۲/۵

مفتی

الجواب صحیح

محمد طاہر عفی عنہ

۲۵/۳/۱۴۴۰ھ